مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۝

آپ ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، البتہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم پر ہیں

مسئلۂ ختمِ نبوت اور قادیانی وسوسے

از

حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

و ناظم عمومی کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت

ناشر

کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند

ردِّ قادیانیت کے موضوع پر گیارہ منتخب کتابیں

1. اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ ------ ۲۵/=
2. نزول عیسیٰ وظہور مہدی ------ ۷/=
3. تحقیق الکفر والایمان ------ ۱۱/=
4. اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف ------ ۲/=
5. دعاوی مرزا ------ ۵/=
6. ختم نبوت ------ ۷/=
7. مسیح موعود کی پہچان ------ ۴/=
8. قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ ------ ۴/=
9. تناقضات مرزا ------ ۳/=
10. فلسفہ ختم نبوت ------ ۳/=
11. مسئلہ ختم نبوت اور قادیانی وسوسے ------ ۵/=

ملنے کا پتہ

مکتبہ دار العلوم دیوبند

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ

صفحہ	مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریب

از حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب مدظلہ

ملتِ اسلامیہ ہند کی تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر میں جب بھی کوئی اسلام دشمن تحریک اٹھی اور مسلمانوں کے خلاف کسی فتنہ نے سر اٹھایا تو فرزندانِ دار العلوم مردانہ وار سامنے آئے ہیں اور ان تحریکات کا کامیاب مقابلہ کیا ہے، عیسائیت و آریت کا فتنۂ ارتداد ہو، یا رفض و تشیع و بدعات کا سیلِ رواں، انکارِ حدیث کا فتنہ ہو یا عدم تقلید کی وبا، ہر ایک کا چیلنج فرزندانِ دار العلوم نے قبول کیا اور آخر کار باطل کا سرنگوں کر کے امت مسلمہ کو الحاد و زندقہ اور زیغ و ضلال سے بچا لیا، بفضلہ تعالیٰ آج بھی یہ قلعۂ اسلام (دار العلوم) خرمنِ باطل کے لئے برق بے اماں بنا ہوا ہے چنانچہ چند سال پیشتر اربابِ دار العلوم نے محسوس کیا کہ قادیانیت کا ارتدادی فتنہ (جس کی سرکوبی کا فریضہ تقسیم ہند سے پہلے فرزندانِ دار العلوم باحسن وجوہ انجام دے چکے تھے) از سرِ نو سر ابھار رہا ہے تو پھر اس کے بھرپور تعاقب کے لئے کمربستہ ہو گئے۔ اور اکتوبر ۱۹۸۶ء میں تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے ایک عالمی اجلاس منعقد کر کے اہل نظر اور عام مسلمانوں کو اس عظیم فتنہ سے ہوشیار رہنے کی جانب متوجہ کیا، جسکے بحمدہ تعالیٰ بہت مفید نتائج برآمد ہوئے، اور اجلاس کے

موقع پر ردِّ قادیانیت کے کام کو مسلسل جاری رکھنے کے لیئے کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام بھی عمل میں آگیا۔

اسی سلسلہ میں رجالِ کار کی تیاری کے واسطے مذکورہ مجلس کی جانب سے دارالعلوم دیوبند میں ۱۳ تا ۲۲ جمادی الاول ۱۴۰۹ھ ایک دس روزہ تربیتی کیمپ کا اہتمام کیا گیا جس میں مشہور مناظر اسلام حضرت مولانا سید محمد اسماعیل صاحب کٹکی نے از اوّل تا آخر شرکت فرمائی اور روزانہ قادیانیت کے نشیب وفراز اور اس کی تردید کے طور وطریق سمجھاتے رہے۔ اور حضرت موصوف کے علاوہ دارالعلوم کے اساتذہ کرام نے بھی ہر روز شرکاء کیمپ کو اس موضوع پر اپنے علمی افادات سے مستفید فرمایا۔

چنانچہ زیر نظر رسالہ حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند وناظم عمومی کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی وہ گرانقدر تقریر ہے جو موصوف نے کیمپ کے اختتامی اجلاس میں دارالحدیث تحتانی میں فرمائی تھی، اس تقریر میں مولانا موصوف نے مسئلہ ختم نبوت وحیات عیسیٰ علیہ السلام پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور قادیانیوں کے زیغ وضلال وفریب کاریوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ فجزاہم اللہ تعالیٰ۔ ٹیپ ریکارڈ سے نقل کر کے مولانا موصوف کی ترتیب وتنقیح کے بعد افادہ عام کی غرض سے اسکو شائع کیا جارہا ہے۔ خداوند کریم اسکے افادہ کو عام وتام فرمائے۔ آمین۔

محمد عثمان عفی عنہ
(ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دیوبند)
۲۲ ۲ / ۱۰ / ۱۴۰۹ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیہ و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک لہٗ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تسلیمًا کثیرًا۔ اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ماکان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین وکان اللّٰہ بکل شیءٍ علیمًا ۔ وقال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سیکون فی امتی ثلاثون کذابون یزعم کلھم انہٗ نبیٌ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔

تمہید:۔ صدر محترم! حضرات مہمانان کرام! حضرات اساتذہ دارالعلوم دیوبند! اور وہ اساتذہ جو مختلف مدارس سے تشریف لائے ہیں! اور عزیز طلباء!۔۔۔۔۔ آج کے جلسہ کی غرض و غایت آپ حضرات کے سامنے آچکی ہے، مجھ سے اس سلسلہ میں فرمایا گیا تھا

بلکہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ قادیانیت اور ردّ قادیانیت کے سلسلہ میں طلباء عزیز کے سامنے کچھ ابتدائی باتیں بیان کروں جن سے طلباء عزیز کو اس مسئلہ کے سمجھنے میں مدد ملے اور وہ اس مسئلہ کو سمجھنے کے قریب ہو سکیں، یہ موضوع مجھے دیا گیا تھا، یعنی اس مسئلہ پر مجھے آپ سے گفتگو کرنی ہے۔ یہاں جو اساتذۂ دارالعلوم تشریف فرما ہیں یا باہر سے آئے ہوئے معزز مہمان اساتذہ موجود ہیں ظاہر ہے کہ وہ میری آج کی گفتگو کے مخاطب نہیں ہیں، میں جو باتیں عرض کروں گا وہ تمام باتیں ان حضرات کے سامنے دخل روز تک مکرر سہ کرر آتی رہی ہیں۔ اس لئے میری گذارشات کے مخاطب صرف عزیز طلباء ہیں یہ اکابر مخاطب نہیں ہیں۔

قادیانی کے دعاوی

سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ قادیانی کا نظریہ کیا تھا؟ اور اس کے دلائل کیا تھے؟ اس کا نظریہ اور اس کے دلائل سمجھ میں آجائیں تو آپ حضرات کے لئے اس کا جواب سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ ---- جب تک کسی آدمی کا نظریہ اور اس کا دعویٰ سمجھ میں نہ آئے اس کا جواب اور اس کا رد سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ الغرض سب سے پہلا مرحلہ یہی ہے۔ اس مرحلہ کیلئے میں نے سوچا تھا کہ اس کے

دعوے جمع کروں میرے سامنے یہ کاپی رکھی ہے اس میں اس کے پچیس[۲۵] دعوے ہیں اور یہ صرف مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ یہ پچیس[۲۵] دعوے اس کے سارے دعوے نہیں ہیں ——— وہ کہتا ہے کہ میں[۱] خدا کا باپ ہوں، وہ کہتا ہے میں[۲] خدا کا بیٹا ہوں، وہ کہتا ہے میں[۳] خدا کی بیوی ہوں، وہ کہتا ہے میں[۴] خدا ہوں، وہ کہتا ہے میں[۵] امتی ہوں، وہ کہتا ہے میں[۶] محدّث ہوں، وہ کہتا ہے میں مجدد[۷] ہوں، .... میں مہدی ہوں، میں مسیح[۹] ابن مریم ہوں میں[۱۰] ظلی نبی ہوں، میں بروزی[۱۱] طور پر محمد ہوں، میں[۱۲] رسول اللہ ہوں میں[۱۳] خاتم النبیین ہوں، میں[۱۴] مظہر انبیاء ہوں، میں[۱۵] عین محمد ہوں، میں[۱۶] محمد سے افضل ہوں، میں[۱۷] کرشن جی ہوں، میں[۱۸] جے سنگھ بہادر ہوں، میں[۱۹] مسٹر گوپال ہوں، میں[۲۰] حجر اسود ہوں، میں[۲۱] بیت اللہ ہوں میں مسیح[۲۲] موعود سے بہتر ہوں۔ میں[۲۳] مریم بھی ہوں، اور میں عیسیٰ بھی ہوں میں[۲۴] فرشتہ ہوں، میں میکائیل ہوں، میں[۲۵] خدا کے مثل ہوں۔ یہ اس کے پچیس[۲۵] دعوے ہیں اور یہ دعوے اس کے دعووں کا چھوٹا سا نمونہ ہے یہ نہ سمجھیں کہ یہ اس کے کل دعوے ہیں، بلکہ یہ اس کے دعووں کا عشر عشیر ہے۔ اب میں اس صورت حال میں آپ حضرات کو کیا سمجھاؤں؟ یہ دعوے خود ایک بھول بھلیاں ہیں جن کو سن کر ہی

انسان چکرا جاتا ہے خیر قادیانی تو اپنے انجام کو پہنچا مگر آج جو اس کی امت ہے وہ تین چار قسم کے عقیدے قادیانی کے بارے میں رکھتی ہے سب قادیانی اس کے بارے میں ایک عقیدہ نہیں رکھتے۔

(۱) —— قادیانی مجدد تھا:۔ ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ قادیانی اس امت کا مجدد تھا وہ قادیانی کو صرف مجدد مانتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں مانتی —————— اس جماعت کو جو قادیانی کو مجدد مانتی تھی ... مرزا غلام احمد قادیانی .... کے خلفاء نے مرتد اور اپنی جماعت سے خارج قرار دیا ہے تاہم وہ اسی کو مانتے رہے ——————

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے چند لوگ پکڑ کر لائے گئے جو کہتے تھے کہ حضرت علیؓ خدا ہیں۔ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت کا واقعہ ہے جب یہ لوگ حضرت علیؓ کے سامنے پیش کئے گئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کم بختو! میں خدا نہیں ہوں، میں خدا کا بندہ ہوں، ان لوگوں نے جواب دیا نہیں آپ ہی خدا ہیں۔ حضرت علیؓ نے ہر چند کوشش کی کہ وہ لوگ توبہ کرلیں مگر انھوں نے توبہ نہیں کی۔ حضرت علیؓ نے حکم دیا ان کو زندہ جلا دیا جائے۔ چنانچہ وہ سب زندہ جلا دیئے گئے وہ جلتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ علی خدا! علی خدا! علی خدا! جلتے رہے اور علی خدا! علی خدا! کہتے رہے[۱]ہے۔

[۱] حتی اعتقدوا ان علیا رضی اللہ عنہ ھو المعبود۔ مرقات ص۲۸ باب قتل اهل الردة ج۷

جب حضرت ابن عباسؓ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو فرمایا کہ اگر یہ معاملہ میرے سامنے پیش ہوتا تو میں انھیں قتل کرواتا، انھیں آگ میں نہ جلواتا جب ابن عباسؓ کی اس بات کا حضرت علیؓ کو علم ہوا تو حضرت علی نے فرمایا صَدَقَ ابنُ عباسٍ یعنی ابن عباسؓ نے سچ فرمایا. گویا حضرت علی کو مسئلہ معلوم تھا کہ آگ میں جلانا صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے. اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کو جہنم میں ڈالیں گے دوسروں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ کسی کو آگ میں جلانے کی سزا دیں. حدیث شریف میں ہے کہ اِنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِھَا اِلَّا اللہُ (آگ کی سزا دینا اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو یہ مسئلہ معلوم تھا تو پھر کیوں جلایا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے خدا تو حضرت علیؓ تھے، اور خدا آگ میں جلا سکتا ہے اس لئے ان کے خدا نے ان کو آگ میں جلا دیا، اس میں اعتراض کی کیا بات[1] ہے؟

---

[1] یہ محض ایک طالبعلمانہ لطیفہ تھا۔ صحیح جواب یہ ہے کہ آگ میں جلانے کی سزا دینا جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے۔ قال العلامۃ علی القاری فی المرقات (ص ج ، باب قتل اھل الردۃ الخ): والاحراق بالنار، وان نھی عنہ کما ذکرہ ابن عباس، لکن جوّزہ للتشدید بالکفار، والمبالغۃ فی النکایۃ والنکال، کالمُثلۃ. اسی طرح ضرورت کے وقت بھی آگ میں جلانا جائز ہے۔ جیسے گرم پانی سے جوئیں اور کھٹمل مارنا، یا تتیا بھڑوں کا چھتہ جلانا۔ ۱۲

الغرض جس طرح حضرت علیؓ کے سمجھانے پر بھی وہ لوگ اپنے عقیدے سے نہیں پھرے، قادیانی...... کے خلفاء مجدّد ماننے والی جماعت کو مرتد اور اپنی جماعت سے خارج کرتے رہے اور فاسق و کافر قرار دیتے رہے، مگر وہ اپنے عقیدے پر اڑے رہے۔ اور آج تک اُن کا یہی عقیدہ ہے کہ غلام احمد قادیانی مجدّد تھا۔ العیاذ باللہ!

(۲) — قادیانی نبی تھا:۔ ایک دوسری جماعت یہ کہتی تھی کہ غلام احمد قادیانی نبی تھا، نہ صرف نبی بلکہ خاتم النبیین ہی تھا اور تمام نبیوں سے بہتر اور افضل ہی تھا۔

(۳) — قادیانی مسیح موعود تھا:۔ ایک تیسری جماعت ان میں سے یہ عقیدہ رکھتی تھی کہ وہ مسیح موعود تھا۔

مسیح علیہ السلام کا ذکر قرآن میں:۔ قرآن کریم میں اور احادیث شریفہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کا وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ قرب قیامت میں آئیں گے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ (اور وہ قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں[۱]) یعنی حضرت مسیح علیہ السلام جب دنیا میں تشریف لائیں گے تو لوگوں کو قیامت کا

---

[۱] سورۃ الزخرف آیت ۶۱

علم ہو گا ان کی تشریف آوری قیامت کی نہایت پختہ اور واضح دلیل ہوگی۔ اس پختہ دلیل کے بعد یہ سوال ختم ہو جائے گا کہ قیامت آئے گی یا نہیں؟ ان لوگوں کو بھی قیامت کا یقینی علم حاصل ہو جائے گا جو قیامت کا انکار کرتے ہیں یا شک و شبہات میں پڑے ہوئے ہیں۔

مسیح علیہ السّلام کا ذکر احادیث میں:۔ قرآن کریم میں تو نزول مسیح علیہ السلام کی طرف صرف اشارہ ہے۔ لیکن احادیثِ شریفہ میں اسکو بہت کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں تقریباً سو حدیثیں ہیں۔ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی مساعی جمیلہ قادیانیت کے ناپاک پودے کو جڑ سے اکھاڑنے کے سلسلہ میں سب سے زیادہ ہیں حضرت موصوف نے نزول مسیح علیہ السلام کے سلسلہ کی تمام حدیثوں کو ایک کتاب میں جمع کیا ہے جس کا نام التصریح بما تواتر فی نزول المسیح[1] ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بارے میں صراحتہً جو حدیثیں ہیں اور جو حدِّ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں ان کو جمع کیا ہے یہ کتاب عرب میں شیخ عبدالفتّاح ابو غدہ کے حاشیہ کے ساتھ چھپ گئی ہے، طلبہ عزیز کو چاہیئے کہ اس کتاب کو حاصل کریں

[1] اس کتاب میں ۷۵ مرفوع حدیثیں نزولِ مسیح علیہ السّلام کے سلسلہ میں جمع کی گئی ہیں۔

اور اس کا مطالعہ کریں۔

الغرض قادیانیوں کی تیسری جماعت یہ کہتی ہے کہ وہ مسیح جن کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

(۴) —— قادیانی مجازی نبی تھا:- ایک اور جماعت یہ کہتی ہے کہ قادیانی نبی تھا، مگر حقیقی نبی نہیں تھا بلکہ مجازی نبی تھا۔ مجازی نبی کی تعبیر ان کے یہاں "غیر تشریعی نبی" ہے۔ غیر تشریعی نبی کا مطلب یہ ہے کہ کوئی نئی شریعت اس کو نہیں ملی ہے۔ بلکہ سابق نبی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت نبی ہے اور اُن کی شریعت کو دوسرے لوگوں تک پہنچانے کے لئے مبعوث ہوا ہے اس کو نئی شریعت نہیں دی گئی ہے اسی قرآن کریم کی تعلیمات کو لوگوں تک پہونچانے کے لئے بھیجا گیا ہے، یہ ہے غیر تشریعی نبی کا مطلب —— دوسری تعبیر ہے "ظلی نبی" ظِل بمعنی سَایہ۔ ظلی نبی کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہے۔

ایک تیسری تعبیر ان کے یہاں ہے "بُروزی نبی" بروز کے معنیٰ ہیں ظاہر ہونا بَرَزَ یَبْرُزُ کے معنیٰ ہیں ظاہر ہونا، نمودار ہونا اور ان کی مراد بروزی نبی سے یہ ہے کہ خودِ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے قادیانی کی شکل میں نیا وجود اختیار کیا ہے۔ یعنی غلام احمد قادیانی حضور ہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ دنیا میں تشریف لائے ہیں وہ غلام احمد کی ذات میں حلول کر گئے ہیں جس طرح ہندو عقیدوں میں اللہ تعالیٰ اوتاروں میں حلول کرتے ہیں۔

یہ ہیں قادیانیوں کی تعبیرات: ظلّی نبی، بُروزی نبی، مجازی نبی، اور غیر تشریعی نبی۔ اور یہ ہیں اُن کے عقائد، لہٰذا اس وقت ہم قادیانی کے سب دعوؤں کو چھوڑتے ہیں اور اس کی امت کے مزعومات کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہیں یعنی وہ مجدد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ وہ مسیح موعود ہو سکتا ہے یا نہیں؟ وہ ظلّی، بُروزی اور غیر تشریعی نبی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ وہ حقیقی نبی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ چار دعوے ہیں ان دعوؤں کے دلائل کیا ہیں؟ جس طرح اس کے دعوے الجھے ہوئے ہیں اسی طرح اُس کے دلائل بھی الجھے ہوئے ہیں۔ اس کے دلائل صرف وساوس ہیں۔ ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ اس موضوع پر علماء اسلام نے وسیع لٹریچر تیار کر دیا ہے۔ جس سے قادیانی دلائل کا کھوکھلا پن کھل کر لوگوں کے سامنے آچکا ہے۔ جہاں تک اُس کے مجدد ہونے کا تعلق ہے ہمیں اس مسئلہ پر زیادہ گفتگو نہیں کرنی، کیونکہ اُسے مجدد ماننے

والے بہت تھوڑے لوگ ہیں اس لئے اصل گفتگو جو ہمیں کرنی ہے وہ دوؔ مسئلے ہیں ایک قادیانی کا نبی ہونا، اور دوسرا اس کا مسیح موعود ہونا۔ تعلیمات اسلامی کی رُو سے اس کے یہ دونوں دعوے غلط ہیں، وہ محض جھوٹا ہے، اس کی باتوں میں صداقت کی بو تک نہیں ہے اور جھوٹا شخص مجدد بھی کیسے ہو سکتا ہے؟۔

قرآن کریم میں سب سے واضح آیت جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے یہ ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ، وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ، وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝ (ترجمہ: محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں ------- اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں)۔ اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ پہلے شانِ نزول سمجھنا چاہیئے کیونکہ اس آیت میں جو لفظ خاتم النبیین آیا ہے اس کو بغیر شانِ نزول کے سمجھنا ذرا مشکل ہے۔

یہ آیت کریمہ سُورۃ احزاب کی ہے اس سورۃ میں اُوپر سے یہ مضمون بیان ہو رہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک متبنّٰی یعنی منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، جن کا نکاح

آپ کی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب سے ہوا تھا۔ لیکن دونوں میں نبھاؤ نہیں ہو سکا۔ اس لئے کہ حضرت زینبؓ خاندان قریش سے تھیں اور حضرت زید بن حارثہ غلام رہ چکے تھے، آزاد کرنے کے بعد حضورؐ نے ان کو اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا، چونکہ اُن پر غلامی کا داغ لگا ہوا تھا اور حضرت زینب اعلیٰ خاندان کی خاتون تھیں اس لئے یہ رشتہ بڑی مشکلوں کے بعد یعنی اللہ اور رسول کے حکم سے ہوا تھا[1] لیکن یہ رشتہ قائم نہ رہ سکا میاں بیوی میں ناچاقی رہنے لگی اور صورت حال دن بدن بگڑتی گئی اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت فکر دامنگیر ہوئی کہ خدا نخواستہ اگر زید نے اپنی اہلیہ کو طلاق دیدی تو کیا ہوگا؟ اوّل تو بڑی مشکل سے رشتہ طے ہوا ہے، پھر اگر حضرت زیدؓ نے طلاق دیدی تو وہ حضرتِ زینب کے لئے مزید رنج کا

---

[1] سورۃ الاحزاب آیت ۳۶ اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے پوری آیت یہ ہے
وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ٭
ترجمہ :- اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں ہے جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دیں کہ (پھر) اُن کو ان (مومنین) کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے۔ اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔ ۱۲

سبب ہو گی۔ چنانچہ حضور علیہ الصلاۃ والسّلام اپنے منہ بولے بیٹےؓ کو برابر سمجھاتے رہے کہ کسی طرح بھی نبھاؤ کی کوئی صورت پیدا کرو، مگر نبھاؤ نہیں ہو سکا۔ اب یہ فکر حضورؐ کو دامن گیر ہوئی کہ طلاق کے بعد حضرت زینبؓ کا معاملہ بہت پیچیدہ ہو جائے گا۔ لوگ کہیں گے کہ غلام کی بیوی، پھر اس نے بھی طلاق دیدی یہ داغ کیسے دھویا جائے گا؟ ——— حضور علیہ السّلام کے ذہن میں ایک بات تھی کہ اگر خدانخواستہ حضرت زید طلاق دیدیتے ہیں تو حضور خود حضرت زینب سے نکاح کر لیں گے تاکہ ان کے غم کا مداوا ہو سکے اور ان پر لگا ہوا داغ دھل جائے، کیونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں جن سے نکاح جائز تھا۔ یہ حضورؐ کے ذہن میں تھا، لیکن حضورؐ کو پریشانی یہ تھی کہ حضرت زید حضورؐ کے متبنیٰ تھے، اور ان کو لوگ حضورؐ کا بیٹا سمجھتے تھے اور بیٹے کی بیوی بہو کہلاتی ہے اور بہو یعنی لڑکے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ہے اگرچہ حضرت زید حضورؐ کے نسبی بیٹے نہیں تھے لیکن دنیا یہی کہتی تھی کہ وہ حضورؐ کے لڑکے ہیں جب حضورؐ نکاح کریں گے تو نہ معلوم مشرکین اور یہود حضور کی شان میں کیا کیا بکیں گے وہ لوگوں سے کہتے پھریں گے کہ دیکھو! لڑکے کی بیوی سے نکاح کر لیا، دیکھو!

بہو سے نکاح کر لیا، حضورؐ کو یہ پریشانی لاحق تھی، مگر مسئلہ کا حل بھی اس کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی یہ بات کسی سے ظاہر نہیں فرمائی۔[1]

پھر ایسا ہوا کہ حضرت زید نے اچانک ایک روز حضرت زینبؓ کو طلاق دیدی وہ عدت میں بیٹھیں اور غم و اندوہ کے بادل اُن پر چھا گئے مگر جونہی عدت پوری ہوئی وحی نازل ہوئی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ آپؐ کا حضرت زینبؓ سے نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کر دیا ہے[2]

اب جو حضورؐ کو خطرات اور اندیشے تھے وہ ایک ایک کر کے سامنے آنے لگے۔ منافقین آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے، یہود اور مشرکین نے ہنگامہ کھڑا کر دیا کہ دیکھو! اپنی بہو سے نکاح کر لیا۔

---

[1] وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ کے سلسلہ میں جو تفسیری روایات ہیں اُن کے بارے میں محدث ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ: اَحْبَبْنَا اَنْ نَضْرِبَ عنہا صَفْحًا لِعَدَمِ صِحَّتِہَا، فَلَا نُوْرِدُھَا۔ (ہم یہ پسند کرتے ہیں کہ اُن روایات سے پہلو تہی کریں، کیونکہ وہ روایتیں صحیح نہیں ہیں۔ پس ہم ان کو بیان نہیں کر رہے) ۱۲۔

[2] رُوح المعانی میں ایک قول یہ بھی ہے کہ نکاح دنیا میں ہوا ہے اور زَوَّجْنٰکَھَا میں اسناد مجازی ہے۔ ای: امرناک بتزویجھا۔ ۱۲

اس مسئلہ کو قرآن نے صاف کیا اور معاملہ کی وضاحت فرمائی کہ حضرت زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے نہیں ہیں اور کسی کو لڑکا کہہ دینے سے وہ لڑکا نہیں ہو جاتا۔ یہ آیت کریمہ اسی سلسلہ میں نازل ہوئی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ یعنی آپ کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ زمانہ ماضی میں بھی آپؐ کسی مرد کے باپ نہیں تھے۔ کیونکہ آپ کے جو تین یا چار صاحبزادے پیدا ہوئے تھے وہ دو ڈھائی برس کی عمر میں وفات پاگئے تھے آپ کسی رجل کے باپ نہیں تھے۔ کیونکہ کوئی صاحبزادہ رجل کی حد تک پہنچا ہی نہیں تھا۔ جب حضرت زید آپؐ کے بیٹے نہیں ہیں تو ان کی بیوی زینبؓ سے نکاح کرنا جائز ہے۔ یہ واقعہ اس آیتِ کریمہ کا پس منظر (شانِ نزول) ہے۔

سوال :۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ لٰکن حرفِ استدراک ---- کیوں لایا گیا ہے ؟ لٰکن حرفِ استدراک تو اس شبہ کو دور کرنے کے لئے لایا جاتا ہے جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے یہاں کیا شبہ اور خلجان ہے جس کو دور کرنے کے لئے لٰكِنْ حرف استدراک لایا گیا ہے ؟

جوابؔ[1] :۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب مَا كَانَ مُحَمَّدٌ

---

[1] جواب کی ایک مختصر تعبیر اس طرح بھی کی جا سکتی ہے کہ جب مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ (بقیہ بر صفحہ ۲۳)

ابا احد من رجالکم کے ذریعہ اُبوت کی نفی کی گئی اور یہ فرمایا گیا کہ آپ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں تو ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ خیال پیدا ہو کہ جب آپ سے اُبوّتِ جسمانی کی نفی کردی گئی تو اسی سے ایمانی اور رُوحانی باپ ہونے کی بھی نفی ہو گئی یعنی حضور کسی کے باپ نہیں ہیں نہ جسمانی نہ روحانی۔ یہ شبہہ پیدا ہو سکتا تھا اسی شبہہ کے ازالہ کے لئے ارشاد فرمایا ہے ولٰکن رسول اللہ البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ تو ہوا صغریٰ، اور کبریٰ آپ یہ لگائیں کہ ہر نبی اپنی امت کا رُوحانی باپ ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ امت میں سے کسی کے جسمانی باپ تو نہیں ہیں مگر آپ امت کے روحانی باپ ضرور ہیں کیونکہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس مضمون کی وضاحت ایک دوسری جگہ اس طرح فرمائی گئی ہے کہ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ [1] اور نبی کی بیویاں امت کی مائیں ہیں پس آپ پوری امت کے روحانی باپ ہیں۔ الغرض ولٰکن رسول اللہ سے حضورؐ کی ابوتِ روحانی ثابت کرنا مقصود ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲ کا) من رجالکم سے ابوّتِ جسمانی کی نفی کی گئی تو ذم کا ایہام پیدا ہوا، جس کو دُور کرنے کے لئے لٰکن سے کلام بڑھایا گیا ہے یعنی لٰکن الخ بطور مدح ہے۔ اور مدح کیونکر ہے اس کی تشریح آگے آرہی ہے ۱۲۔

[1] سورۃ الاحزاب آیت ۶۔ ۱۲

دوسرا سوال یہاں یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ آپ کس امت کے روحانی باپ ہیں؟ آپؐ کی امت دو قسم کی ہے امتِ دعوت اور امتِ اجابت۔

امت اجابت وہ ہے جس نے آپؐ کی دعوت پر لبیک کہا اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اور امتِ دعوت وہ تمام لوگ ہیں جنھوں نے آپؐ کی دعوت قبول نہیں کی مثلاً یہود و نصاریٰ اور مجوس، اور تمام مشرکین اور کفار و ملحدین جن کو دعوت دی جا رہی ہے کہ آؤ! اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاؤ تو یہ امتِ دعوت ہیں۔

جواب تو جاننا چاہیئے کہ آپؐ صرف امتِ اجابت کے روحانی باپ ہیں، امتِ دعوت کے روحانی باپ نہیں ہیں[1] اور آپؐ کی ازواج مطہرات صرف امت اجابت کی روحانی مائیں ہیں۔

---

[1] اس کی وضاحت حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی مشہور کتاب "آب حیات" میں ہے کہ ابوتِ روحانی کا مبنی ھیاکلِ ایمانی پر ہے اور ظاہر ہے کہ ان ھیاکل کا وجود صرف مؤمنین اور ان کے پیغمبر کے درمیان ہے۔ نبی اور امتِ دعوت کے درمیان ان ھیاکل کا وجود نہیں ہے۔ اس لئے نبی اُن کے لئے روحانی باپ نہیں ہیں۔ ۱۲

ایک اور سوال یہاں پہنچ کر ایک اشکال ہوتا ہے کہ پچھلی امتوں کے بارے میں کیا حکم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے روحانی باپ ہیں یا نہیں؟

جواب وخاتم النبیین میں اسی سوال کا جواب ہے کہ آپؐ تمام نبیوں کے خاتم ہیں۔ خاتم کی تشریح ابھی آتی ہے کہ خاتم کے معنیٰ ہیں تمام نبیوں کی نبوت آپ کی نبوت کا فیض ہے۔ جب تمام نبیوں کو نبوت آپ کے طفیل میں ملی ہے تو آپؐ تمام انبیاء کے بھی روحانی باپ ہوئے اور ہر نبی اپنی امت کا روحانی باپ ہوتا ہے۔ پس آپ تمام امتوں کے روحانی دادا ہوئے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح نبی الامۃ ہیں: اسی طرح نبی الانبیاء بھی ہیں۔

خاتم النبیین کی شرح اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ولکن رسول اللہ میں تو کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ اس کا مطلب تو واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اللہ کے رسول ہیں اور امتِ اجابت کے روحانی باپ ہیں۔ لیکن جو دوسرا ٹکڑا ہے وخاتم النبیین اس کی تشریح و توضیح ضروری ہے۔

سب سے پہلے لفظ خاتم کو سمجھئے اس کا مادّہ خَتمٌ ہے خَتَمَ

یَخْتِمُ باب ضَرَبَ سے آتا ہے خاتِم بکسر التاء اسم فاعل ہے
اور بفتح التاء اسم آلہ ہے۔ خاتم اسم فاعل کے معنیٰ ہیں ختم کرنے والا
یعنی پورا کرنے والا، پایۂ تکمیل کو پہنچانے والا اور خاتم بفتح التاء
کے معنیٰ ہیں وہ آلہ جس کے ذریعہ سے کسی چیز پر مہر لگائی جاتی ہے
جسے آپ "مہر" بھی کہہ سکتے ہیں جو ربڑ کی بنی ہوتی ہے۔ اب
غور یہ کرنا ہے کہ دونوں معنوں میں سے کون سے معنیٰ اصلی ہیں۔
ابن فارس (متوفی ۳۹۵ھ) بہت بڑے امام لغت ہیں ان کی کتاب
مُعْجَمُ مَقَایِیس اللغۃ ہے یہ کتاب چھ جلدوں میں ہے اور اس
کتاب کا موضوع یہ ہے کہ وہ ایک مادّہ لیتے ہیں اور اس کے اصلی
معنیٰ بتاتے ہیں پھر اس کے مجازی استعمال بتاتے ہیں، نیز اشتقاق
کبیر کے اعتبار سے مادّوں کے درمیان معانی کا فرق بھی بتلاتے ہیں
ابن فارس نے اپنی اسی کتاب میں خَتَمَ یَخْتِمُ کے معنیٰ لکھے ہیں
بلوغ آخر الشیئ یعنی کسی چیز کا اخیر تک پہنچ جانا عرب کہتے ہیں
خَتَمْتُ العَمَلَ (میں نے کام پورا کر دیا) خَتَمَ القاری السُّوْرَۃَ
(قاری صاحب نے سورت پوری کر لی) یہ ہیں اس لفظ کے اصلی معنیٰ
پھر علماء نے فرمایا کہ مہر لگانے کو ختم اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب
کسی تحریر کو مکمل کر لیا جاتا ہے تو اخیر میں مہر لگائی جاتی ہے

اس لئے مہر کو بھی ختم کہدیا جاتا ہے ابن فارس لکھتے ہیں فَامَّا الخَتْمُ وھو الطبع علی الشئ فذٰلك من الباب ایضًا، لان الطبع علی الشیٔ لایکون الا بعد بلوغ اٰخرہ فی الاحراز، والخاتم مشتق منه، لان به یُختَم (ص ۲۴۵ ج ۲) ترجمہ رہا لفظ ختم جس کے معنیٰ ہیں کسی چیز پر مہر لگانا، تو یہ لفظ بھی اسی باب سے ہے۔ کیونکہ کسی چیز پر مہر اس وقت لگتی ہے جب وہ چیز پوری ہو جائے اور سمیٹ لی جائے اور لفظ خاتم (اسم اٰلہ) اسی مادہ سے بنایا گیا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مہر لگائی جاتی ہے ——— اس لغوی تشریح کے بعد دوسری بات شروع کرتا ہوں جو ذرا دقیق ہے اسے غور سے سماعت فرمائیں۔

پوری دنیا میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ پوری دنیا کا جائزہ لینے کے بعد دو قسم کی چیزیں سامنے آتی ہیں۔ ایک ذوات اور دوسری صفات، جیسے یہ کاغذ اور اس کی سفیدی، تو سفیدی وصف ہے اور کاغذ کا وجود اس کی ذات ہے۔ ذوات کو آپ چھوڑ دیجئے۔ اوصاف کو لیجئے دنیا میں جتنے اوصاف ہیں دو قسم کے ہیں ایک ہیں بالذات اور ایک بالعرض مثلاً صبح سورج طلوع ہوتا ہے، اس کی روشنی دار جدید کی دیواروں پر پڑتی ہے اور یہ روشنی درسگاہوں

میں بھی آتی ہے بتایئے! یہ درسگاہ کی روشنی ذاتی ہے؟ نہیں ذاتی نہیں ہے ورنہ بلب جلانے کی کیا ضرورت تھی بلکہ یہ روشنی بالعرض ہے اور جو روشنی دیواروں پر پڑ رہی ہے وہ ذاتی ہے اور جو درسگاہ میں آرہی ہے وہ باہر کی روشنی کا عکس ہے چنانچہ سامنے کے تین دروازے بند کر دیجئے ابھی اندھیرا ہو جائے گا معلوم ہوا یہ روشنی بالعرض ہے۔

اب جو روشنی دیواروں پر پڑ رہی ہے اس میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ذاتی نہیں ہے کیونکہ اگر بالذات ہوتی تو ہمیشہ قائم رہتی بلکہ وہ بھی بالعرض ہے کیونکہ وہ روشنی سورج سے آرہی ہے۔

قاعدہ سمجھئے کہ جتنی صفات بالعرض ہوتی ہیں وہ کسی موصوف بالذات پر جاکر منتہی ہوتی ہیں اور موصوف بالذات سے تجاوز نہیں کرسکتیں جیسے درو دیوار کی روشنی سورج کا فیض ہے مگر سورج کی روشنی اس کی ذاتی ہے۔

اور اگر کوئی کہے کہ نہیں، سورج کی روشنی ذاتی نہیں ہے، کہیں اور سے آئی ہے تو ہم پوچھتے ہیں کہ کہاں سے آئی ہے؟ پھر اس منبع نور کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس میں کہاں سے روشنی آئی ہے الغرض یہ شیطان کی آنت کہیں جا پہنچ کر رکے گی یا نہیں؟ اگر نہیں

رکھتی تو تسلسل لازم آئے گا جو محال ہے، اور اگر رکھتی ہے تو سورج کے بجائے ہم اسی کو موصوف بالذات مانیں گے۔

اب دیکھئے! کہ نبوت کسی ذات کا نام نہیں ہے نبوت وصف کا نام ہے اور نبی ذات مع الوصف کا نام ہے یعنی نبی وہ شخصیت ہے جو وصف نبوت کے ساتھ متصف ہے۔ اور نبوت صرف صفت کا نام ہے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاء ہیں اور جو رسول ہیں وہ بھی نبی ہیں کیونکہ رسول، نبی سے اخص ہے اور نبی اعم ہے اور اعم اخص کے ساتھ ہمیشہ موجود رہتا ہے جیسے انسان، حیوان سے اخص ہے اور حیوان اعم ہے اس لئے جو بھی انسان ہوگا وہ حیوان ضرور ہوگا اسی طرح جو بھی رسول ہوگا وہ نبی ضرور ہوگا۔[1]

اب غور کیجئے کہ یہ سارے انبیاء کرام جو تعداد میں ایک لاکھ سے زیادہ ہیں یہ سب کے سب وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہیں

---

[1] صرف انسانوں کے اعتبار سے نبی اور رسول میں عام وخاص مطلق کی نسبت ہے، نبی عام ہے اور رسول خاص ہے۔ اور ملائکہ کو بھی شامل کر لیا جائے تو پھر من وجہ کی نسبت ہوگی اور تین مادّے اس طرح نکلیں گے موسیٰ علیہ السلام رسول بھی ہیں اور نبی بھی (مادّۂ اجتماع) اور انبیاء بنی اسرائیل صرف نبی ہیں (مادۂ افتراق) اور حضرت جبرئیل صرف رسول ہیں۔ (دوسرا مادۂ افتراق) ۱۲

یا بالعرض ؟ یا بعض بالذات اور بعض بالعرض متصف ہیں ؟ یہ احتمال کہ سب کے سب متصف بالذات ہیں سمجھ میں نہیں آتا، اسی طرح یہ احتمال کہ سب بالعرض متصف ہیں یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا لامحالہ ماننا پڑے گا کہ ان میں سے کوئی ایک نبی صفتِ نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہے اور باقی سارے انبیاء کرام کی نبوت اس موصوف بالذات کی نبوت کا پَرتَو اور فیض ہے خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ کی نبوت تو بالذات ہے اور دیگر انبیاء کرام کی نبوت آپ کی نبوت کا فیض ہے جہاں جہاں آپ کا فیض پہنچا وہ وصفِ نبوت کے ساتھ متصف ہو گئے یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کی نبوت کا منبع ہیں۔ آپ کی نبوت کے طفیل میں سارے نبیوں کی--- نبوت وجود میں آئی ہے۔ لہذا تمام انبیاء کی نبوت چاہے وہ رسول ہوں یا نبی ہوں سب کی نبوت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا فیض ہے معلوم ہوا کہ رسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بالذات ہے اور دیگر موصوفین بالعرض کا سلسلہ آپؐ کی ذات پر منتہی ہوتا ہے اس لئے آپؐ خاتم النبیین ہیں۔

اس طویل سمع خراشی کا مقصد یہ ہے کہ قادیانی امت حضرت

اقدس مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی قدس سرہٗ کی عبارتوں میں کتر بیونت کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتی ہے اس لئے ہمارے طلبہ کو پہلے حضرت نانوتویؒ کی بات سمجھنی چاہیئے۔

حضرت نانوتویؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمام نبیوں کی نبوت آپؐ کی نبوت کا فیض ہے یہی آپؐ کا سب سے بڑا کمال ہے اور عام لوگ جو خاتم النبیین کا مطلب صرف اتنا سمجھتے ہیں کہ آپؐ سارے نبیوں کے اخیر میں تشریف لائے ہیں بس اتنا جو سمجھتے ہیں وہ اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھتے ہیں کیونکہ صرف آگے پیچھے ہونا کوئی کمال نہیں ہے۔ حضرتؒ نے یہ بات "تحذیر الناس" میں لکھی ہے، کتاب کے آغاز میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپؐ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپؐ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔" (ص ۲)

اس کے بعد ص ۱۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"اطلاق خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلۂ نبوت آپؐ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوت

میں حسبِ تقریر مسطور اس لفظ سے آپؐ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپؐ کا اس وصف میں کسی کی طرف محتاج نہ ہونا اس میں انبیاء گذشتہ ہوں یا کوئی اور، اسی طرح اگر فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصفِ نبوت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا اور اس کا سلسلۂ نبوت بہرطور آپؐ پر مختتم ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو لیا تو پھر سلسلۂ علم وعمل کیا چلے۔ غرض اختتام اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا تو آپؐ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔ بلکہ اگر بالفرض آپؐ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

ان عبارتوں کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ تحذیر الناس کا موضوع کیا ہے؟ تحذیر الناس کا موضوع یہ ہے کہ قرآن کریم میں سورۂ طلاق میں ارشاد ہے۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں پیدا فرمائی ہیں اس ضمن میں حضرت ابن عباسؓ کا ایک اثر

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساتؔ آسمان پیدا فرمائے اور ساتؔ زمینیں پیدا فرمائیں اور ہر زمین میں مخلوق ہے اور آدم ہیں تمہارے آدم کی طرح، نوح ہیں تمہارے نوح کی طرح، ابراہیم ہیں تمہارے ابراہیم کی طرح، اور عیسیٰ ہیں تمہارے عیسیٰ کی طرح اور محمد ہیں تمہارے محمد کی طرح [1] یہ روایت ہے اس روایت کا ایک زمانہ میں لوگوں نے انکار کر دیا۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر چھ زمینوں میں چھ محمد اور ہیں تو وہ خاتم النبیین بھی ہوں گے جبکہ قرآن کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام خاتم النبیین ہیں لہذا یہ روایت غلط ہے۔ یہ سوال اس زمانہ میں پیدا ہوا اور یہ سوال حضرت نانوتویؒ کے پاس آیا حضرت نے اس سوال کا جواب لکھا جس کا نام ہے۔ فتوی تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس رضؓ کتاب کا پورا نام یہ ہے اس کتاب میں حضرت نانوتوی قدس سرہٗ نے نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت کیا کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں کوئی

---

[1] واخرج ابن جریر، وابن ابی حاتم، والحاکم وصححہٗ والبیہقی فی الشعب وفی الاسماء والصفات عن ابی الضحیٰ عن ابن عباس فی قولہ: " ومن الارض مثلھن "قال: سبع ارضین، فی کل ارض نبی کنبیکم، وآدم کآدم، ونوح کنوح، وابراھیم کابراھیم، وعیسیٰ کعیسیٰ. قال البیہقی: اسنادہ صحیح، ولکنہ شاذ، لا اعلم لابی الضحیٰ علیہ متابعا۔ (الدر المنثور ج ۶ ص ۲۳۸)

نبی ہو تو وہ بھی آپ کی نبوت کا فیض ہوگا۔ اور اس زمین کے علاوہ دوسری زمینوں میں اگر چھ محمد ہیں تو وہ بھی آپؐ کی نبوت کا فیض ہیں یعنی حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق اگر چھ زمینوں میں چھ محمد ہیں تو وہ بھی وصف نبوت کے ساتھ موصوف بالعرض ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں تو اگر سات زمینیں ہیں، اور ساتوں زمینوں میں محمد ہیں تو وہ بھی آپ کی نبوت کا فیض ہیں۔ جس طرح اس زمین پر جتنے انبیاء ہیں ان کی نبوت بھی حضورؐ کی نبوت کا فیض ہے۔ نیز ان زمینوں میں جو آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ وغیرہم ہیں ان سب کی نبوت مستفیض ہے اس زمین کے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے۔

قادیانیوں نے حضرت رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا عبارتوں میں کتر بیونت کر کے لوگوں کو یہ باور کرانے کی مذموم سعی کی ہے کہ دیکھو! حضور کے بعد بھی نبی ہو سکتا ہے مولانا نانوتوی اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ حالانکہ حضرت نے تحذیر الناس ہی میں اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبوت کا قائل ہے وہ کافر ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ

"اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے

وَرنہ تسلیم لزوم خاتمیتِ زمانی بدلالت التزامی ضرور ہے
ادھر تصریحات نبویؐ مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من
موسٰی، الا انہ لا نبی بعدی او کما قال جو بظاہر
بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے، اس باب
میں کافی۔ کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس
پر اجماع بھی منعقد ہو گیا، گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول
نہ ہوں، سو یہ عدمِ تواترِ الفاظ باوجود تواترِ معنوی یہاں ایسا
ہی ہوگا جیسا تواترِ اعدادِ رکعات فرائض و وتر وغیرہ، باوجودیکہ
الفاظ احادیثِ تعداد رکعات متواتر نہیں جیساکہ اس کا منکر
کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔" (ص۱۰-۱۱)

اس کی مزید تشریح یہ ہے کہ ختمِ نبوت کی تین قسمیں ہیں اور تینوں
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہیں یعنی آپؐ تینوں اعتباروں سے
خاتم النبیین ہیں۔ ختمِ نبوت کی تین قسمیں ہیں ختمِ نبوت رتبی، ختمِ نبوت
زمانی اور ختمِ نبوت مکانی۔

ختم نبوت رتبی ختمِ نبوت رتبی کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب
یہ ہے کہ آپ کی نبوت بالذات ہے اور دیگر انبیاء کرام از آدم تا عیسٰی
علیہم السلام کی نبوت اور دوسری چھ زمینوں کے نبیوں کی نبوت بالعرض

ہے اور حضورؐ کی نبوت کا فیض ہے یعنی آپؐ پر نبوت کے تمام مرتبے ختم ہو گئے ہیں ____ یہ ختم نبوت رتبی کا مطلب ہے۔

ختم نبوت مکانی اور ختم نبوت مکانی کا کیا مطلب ہے؟ حضرت نانوتوی رحؒ نے بڑی تفصیل سے سمجھایا ہے کہ سات زمینوں میں سب سے افضل ہماری یہ زمین ہے اس لئے حقیقی خاتم النبیین بھی اسی اعلیٰ اور افضل زمین میں تشریف لاتے ہیں پس مکان و زمینوں کے اعتبار سے بھی اس زمین کے خاتم حقیقی خاتم النبیین ہوئے ____ یہ ہے ختم نبوت مکانی کا مطلب۔

ختم نبوت زمانی تیسری قسم ختم نبوت زمانی ہے۔ ختم نبوت زمانی کا مطلب یہ ہے کہ جو ہستی حقیقی خاتم النبیین ہے اس کا دور اور زمانہ دوسرے بالعرض متصفین کے بعد ہے اور سب انبیاء کے آخر میں وہ تشریف لائے ہیں ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا ____ یہ ہے ختم نبوت زمانی کا مطلب۔

ختم نبوت رتبی اور زمانی میں تلازم حضرت نانوتوی قدس سرہٗ نے یہ مسئلہ بھی صاف کر دیا ہے کہ ختم نبوت رتبی کے لئے ختم نبوت زمانی لازم ہے، کیونکہ جو ہستی وصف نبوت کے ساتھ بالذات متصف ہے اگر وہ تمام نبیوں سے پہلے آئے، یا ان کے درمیان میں آتے

تو محذور لازم آئے گا اور وہ خرابی یہ ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جو نبی آئیں گے، اگر اُن کے پاس وحی نہ آئے اور وہ نئی شریعت نہ دیے جائیں تو وہ نبی نہیں ہوں گے، اور اگر ان انبیاء متاخرین کے پاس وحی تو آئے مگر اس میں علوم جدیدہ نہ ہوں تو وہ وحی تحصیل حاصل ہوگی، اور اگر ان کے پاس وحی آئے اور نئی شریعت دیے جائیں تو موصوف بالعرض کی شریعت سے موصوف بالذات کی شریعت کا منسوخ ہونا لازم آئے گا، حالانکہ ناسخ کے لئے منسوخ سے افضل یا کم از کم مساوی ہونا ضروری ہے، مفضول افضل کے لئے ناسخ نہیں ہوسکتا اللہ پاک ارشاد ہے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا۔ (ہم کسی آیت کا حکم جو موقوف کردیتے ہیں، یا اُس آیت (ہی) کو (ذہنوں سے) فراموش کر دیتے ہیں تو ہم اس آیت سے بہتر یا اس آیت ہی کے مثل لے آتے ہیں)، اس آیت سے دو اور دو چار کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ ناسخ ہمیشہ منسوخ سے بہتر یا منسوخ کے مانند ہوتا ہے پس اگر خاتم النبیین شروع میں آجائیں یا درمیان میں آجائیں تو بعد میں آنے والے نبیوں کی شریعت اُن کی شریعت کو منسوخ کر دے گی اور یہ بات ممکن نہیں ہے اسی لئے حضرتؒ نے فرمایا کہ خاتم النبیین کے لئے سب سے اخیر میں آنا ضروری ہے

اور ختم نبوت رتبی کے لئے تاخر زمانی لازم ہے۔ حضرت قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوّل یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متأخر کا دین اگر مخالفِ دین محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا حالانکہ خود فرماتے ہیں مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ اور کیوں نہ ہو، یوں نہ ہو تو اعطاءِ دین محمدیؐ رحمت نہ رہے، آثارِ غضب میں سے ہو جائے، ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کمتر اور اَدْوَن ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا، پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مراتب ہونا علوِ مراتب علوم پر موقوف ہے، یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ اور انبیاء متأخر کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات تو ضرور ہے کہ انبیاء متأخر پر وحی آتی اور افاضۂ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنٰی؟ سو اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی ہوتے تو بعد وعدۂ محکم اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہتے، اور

بشہادت آیہ وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ

جامع العلوم ہے، کیا ضرورت تھی، اور اگر علومِ انبیاء متاخر

علوم محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تِبْیَانًا لِّكُلِّ

شَیْءٍ ہونا غلط ہو جاتا۔

بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم کے لئے ایسی ہی کتاب

جامع چاہیئے تھی تاکہ علو مراتب نبوت جو لاجرم علو مراتب علمی

ہے، چنانچہ معروض ہو چکا میسر آئے، ورنہ یہ علو مراتب نبوت

بے شک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم

نبوت ----------------

---------- بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے" (ص ۸/۹)

پس ثابت ہوا کہ قادیانی امت کا حضرت رحمہ اللہ کی عبارت سے

لوگوں کو یہ تاثر دینا کہ مولانا نانوتوی اجرائے نبوت کے قائل ہیں

یہ محض دھوکہ ہے، حضرت کی عبارت بے غبار ہے۔ لَا یَاتِیْہِ

الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ کسی طرح بھی حضرت کی عبارت سے

باطل کا ایہام پیدا نہیں ہوتا۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

حدیث لَوْ كَانَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ سے استدلال کا جواب

قادیانی امت مسلمانوں کے سامنے ایک حدیث بھی پیش کرتی ہے اور بزعم خود اس سے

اجرائے نبوت پر استدلال کرتی ہے اس لئے اس کو بھی سمجھ لینا ضروری ہے۔ وہ حدیث یہ ہے لوکان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب [1] یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر (بالفرض) میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب نبی ہوتے۔ یہ حدیث حضرت عمرؓ کے فضائل میں وارد ہوئی ہے، گویا اگر نبوت کا سلسلہ جاری ہوتا تو عمرؓ کو نبوت سے سرفراز کیا جاتا۔ یعنی عمرؓ کی صلاحیتیں اس درجہ کی ہیں کہ ان کو نبوت سے سرفراز کیا جائے مگر چونکہ نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اس لئے یہ چیز اب ممکن نہیں ہے۔

ایک اور حدیث قادیانی امت اسی طرح کی ایک اور حدیث بھی مسلمانوں کے سامنے پیش کرتی ہے۔ وہ حدیث ابن ماجہ کی ہے کہ لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا [2] یعنی اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے۔ اس حدیث کے بارے میں ذرا تفصیل سے سمجھ لیجئے۔

---

[1] رواہ الترمذی فی مناقب عمرؓ قال الشارح: واخرجہ احمد والحاکم وابن حبان، واخرجہ الطبرانی فی الاوسط من حدیث ابی سعید۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۳۱۵ ج ۴)

[2] ابن ماجۃ کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلوٰۃ علی ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وذکر وفاتہ، (ص ۱۰۸ ج ۱ مصری)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام ابراہیم تھا حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے اور سترہ اٹھارہ ماہ کے ہو کر انتقال فرما گئے تھے۔ ان کے بارے میں دو حدیثیں ہیں ایک مرفوع جو صحیح نہیں ہے اور ایک موقوف جو صحیح ہے۔ مرفوع حدیث یہ ہے کہ لو عاش ابراهیم لکان صدیقاً نبیاً۔ یہ حدیث ابن ماجہ میں ہے مگر صحیح نہیں ہے اس کی سند میں ایک راوی ہے جس کا نام ابراہیم بن عثمان ہے اس کی کنیت ابوشیبہ ہے۔ واسط کے قاضی تھے مسلم کے مقدمہ میں ان کا ذکر آیا ہے یہ بڑے آدمی تھے ابن ابی شیبہ جن کی مصنف ابن ابی شیبہ ہے ان کے دادا ہیں مگر ضعیف ہیں امام نسائی نے ان کو متروک الحدیث قرار دیا ہے، امام احمد نے ان کو منکر الحدیث کہا ہے۔ مقدمۂ مسلم میں ہے کہ امام شعبہ سے دریافت کیا گیا کہ ان سے روایت لی جائے یا نہ لی جائے؟ تو امام شعبہ نے فرمایا کہ ان سے روایت مت لو، وہ بڑے آدمی ہیں اور میرا یہ خط پڑھ کر پھاڑ دو کیونکہ وہ قاضی تھے اگر ان کو معلوم ہو جاتا کہ شعبہ نے ان کے بارے میں جرح کی ہے تو امام شعبہ کے لئے پریشانی کھڑی ہو سکتی تھی، صالح جزرہ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ ضعیف، لایکتب حدیثہ روی عن الحکم احادیث مناکیر (ضعیف راوی ہے، اس کی حدیثیں

نہ لی جائیں، وہ حَکَم بن عتیبہ سے منکر روایتیں کرتا ہے) اور لوعاش
ابراھیم والی روایت انھوں نے حکم بن عتیبہ سے روایت کی ہے اس لئے
یہ روایت نہایت ضعیف ہے، موضوع تو نہیں کہتا لیکن بہت کمزور
درجہ کی روایت ہے اس لئے اس کے جواب کی تو ضرورت نہیں ہے
البتہ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کتاب الادب میں ایک
باب ہے باب من سمی باسماء الانبیآء اس باب میں امام بخاریؒ
نے حدیث ذکر کی ہے کہ ایک صحابی جنکا نام عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ ہے ان سے
دریافت کیا گیا کہ حضور کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے بارے میں
تبلایئے؛ عبداللہ نے جواب دیا کہ ان کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا۔
ولو قضی ان یکون بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی لعاش
ابنہ ولکن لا نبی بعدہٗ یہ حدیث بخاری شریف میں بھی ہے۔ اور
ابن ماجہ میں بھی ہے لیکن یہ ایک صحابی کا قول ہے کہ حضورؐ کے
بعد اگر نبوت کا سلسلہ جاری رکھنا مقدر ہوتا تو حضرت ابراہیم زندہ
رہتے تاکہ آپؐ کے بعد انھیں نبوت سے سرفراز کیا جاتا۔ لیکن چونکہ
آپؐ کے بعد نبوت کا سلسلہ بند ہو چکا ہے۔ اسلئے ان کو زندگی نہیں بخشی گئی۔
یہ حدیث صحیح ہے اسی طرح لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب
بھی صحیح حدیث ہے ان حدیثوں سے قادیانی اس طرح استدلال کرتے ہیں

کہ ان حدیثوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا جاری رہنا فرض کرکے کلام کیا گیا ہے اور جو چیز فرض کی جاتی ہے وہ ممکن ہوتی ہے۔ پس حضورؐ کے بعد نبوت کا امکان ثابت ہوا۔

جواب:۔ ان دونوں حدیثوں کا جواب آپ حضرات مختصر المعانی میں پڑھ چکے ہیں جہاں حروف شرط کا بیان آیا ہے۔ یعنی اِنْ، اِذَا اور لَوْ کا جہاں تذکرہ آیا ہے[1] وہاں جمہور کا مسلک یہ بیان کیا گیا ہے کہ حرفِ لَوْ لامتناع الثانی لامتناع الاول کے لئے آتا ہے یعنی جزا نہیں پائی گئی اس لیے کہ شرط نہیں پائی گئی بس لَو کا کام اتنا ہے جیسے لَوْجِئْتَنِیْ لَاَکْرَمْتُكَ (اگر آپ میرے پاس آتے تو میں آپ کا اکرام کرتا، یعنی میں نے آپ کا اکرام اس وجہ سے نہیں کیا کہ آپ تشریف نہیں لائے، اگر آپ تشریف لاتے تو اکرام کرتا، رہی یہ بات کہ لَوْ کا مدخول ممکن ہوگا یا ممتنع؟ تو اس پر لَوْ کی کوئی دلالت نہیں ہوتی یہ بات دلائل خارجیہ اور قرائن سے طے کی جاتی ہے کہ لَوْ کا مدخول ممکن ہے یا ممتنع کیونکہ لَوْ کا مدخول ممکن اور محال دونوں چیزیں ہوسکتی ہیں۔ ممکن کی مثال: (۱) وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ[2] (اگر اہل کتاب ایمان لے آتے

[1] مختصر المعانی ص۱۵۱، [2] آل عمران آیت ۱۱۰،

تو ان کے لئے زیادہ اچھا ہوتا، (۲) وَاَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ[۱] اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے) ان آیتوں میں لَوْ کا مدخول ایمان ہے جو ممکن ہے۔ (۳) وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰھَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ[۲] الآیۃ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو سب کو ہدایت دیدیتے لیکن ہدایت یاب نہیں ہوئے، کیوں؟ اس لئے کہ اللہ نے نہیں چاہا۔ اس آیت میں لو کا مدخول مشیتِ باری تعالیٰ ہے جو ممکن ہے ——— اور لَوْ کا مدخول امرِ ممتنع بھی ہوتا ہے، جیسے سُورۂ زُمر میں ارشاد باری ہے لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ، سُبْحٰنَہٗ ھُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ[۳]۔ (اگر بالفرض، اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا، وہ پاک ہے، وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے یعنی اولاد ہونا اللہ تعالیٰ کیلئے ممتنع ہے ——— الغرض لَوْ کا مدخول محال بھی ہوسکتا ہے اور ممکن بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی فرضِ محال چیز بھی کی جاسکتی ہے۔

---

[۱] سُورۃ الاعراف آیت ۹۶، [۲] سورۃ السجدہ آیت ۱۳، [۳] سُورۃ الزمر آیت ۴

مفروض کیلئے ممکن ہونا شرط نہیں ہے۔

اب سمجھنا چاہیئے کہ ارشاد نبویؐ لَوْ کَانَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ لَکَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نبی نہیں ہوں گے کیونکہ حضورؐ کے بعد نبوّت کا سلسلہ جاری نہیں ہے۔ یہی مطلب ہے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے ارشاد کا کہ اگر حضور کے بعد نبوت مقدر ہوتی تو حضور کے صاحبزادے ابراہیم کو زندہ رکھا جاتا، مگر چونکہ حضورؐ پر نبوّت کا سلسلہ پورا ہو گیا ہے اس لئے ان کو زندگی نہیں دی گئی۔ الغرض یہ دونوں حدیثیں امکان نبوّت پر دلالت نہیں کرتیں، بلکہ نفی پر دلالت کرتی ہیں یعنی حضرت عمرؓ کی اور صاحبزادے حضرت ابراہیم کی نبوّت کی نفی کی گئی ہے۔ بوجہ انقطاع نبوّت، یہی لَوْ کے معنیٰ ہیں کیونکہ لَوْ آتا ہے لامتناع الثانی لامتناع الاوّل کے لئے۔

حضورؐ کے بعد نبوّت محال ہے

اب رہا یہ سوال کہ حضورؐ کے بعد نبوّت محال ہے یا ممکن؟ تو ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت واقع فی الخارج تو ہے نہیں۔ ذہن میں اور عقلی طور پہ کیا ہے اس سے بحث نہیں۔ اگر لَوْ سے امکان پیدا ہوتا ہے تو امکانِ ذہنی اور فرضی پیدا ہوتا ہے۔ امکان واقعی اور حقیقی پیدا

نہیں ہوتا۔ اور صرف امکان فرضی سے کچھ نہیں ہوتا۔

سوال :- اب رہا یہ سوال کہ جب نبوّت کا مدخول ممکن اور ممتنع دونوں ہو سکتے ہیں تو حدیث میں نبوّت کا مدخول امر ممتنع ہے۔ اس کی کیا دلیل ہے؟

جواب :- تو اس کا مختصرا جواب یہ ہے کہ اس بات کی سب سے پہلی اور قطعی دلیل تو آیت کریمہ وخاتم النبیین ہے جس کی تفسیر پہلے عرض کی جاچکی ہے۔ اس آیت سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا امکان واقعی اور خارجی نہیں ہے، عقلی اور فرضی ہو تو ہوا کرے اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔

علاوہ ازیں اس سلسلہ میں متعدد احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، جن کو مختصراً عرض کرتا ہوں۔

پہلی حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسّلام کی مثال ایک محل جیسی ہے، جسے نہایت شاندار تعمیر کیا گیا ہو، مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو۔ جب لوگوں نے اس محل کا نظارہ کیا تو اس کی شاندار بناوٹ سے حیرت زدہ رہ گئے، مگر جب لوگ اس جگہ پہنچے جہاں

ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی تو لوگوں نے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہاں بھی اینٹ ہوتی تاکہ محل مکمل ہو جاتا حضور نے ارشاد فرمایا کہ،

فَکُنْتُ اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ، وَخُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ۔

تو میں ہوں وہ شخص جس نے خالی اینٹ کی جگہ بھر دی ہے، اور پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہے میرے ذریعہ محل، اور پورا ہو گیا ہے میرے ذریعہ رسولوں کا سلسلہ۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

فَاَنَا اللَّبِنَةُ، وَاَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ۔ (متفق علیہ)

تو میں ہوں وہ آخری اینٹ، اور میں ہوں ختم کرنے والا نبیوں کا۔

دوسری حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، مجھے چھ باتوں میں دوسرے انبیاء پر برتری حاصل ہے، مجھے جامع ارشادات دیے گئے ہیں، اور دبدبہ کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے، اور میرے لئے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں۔ اور میرے لئے روئے زمین کو سجدہ گاہ اور پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے، اور میں تمام مخلوقات کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں، اور میرے ذریعہ نبوت ختم کی گئی ہے۔ (رواہ مسلم)

میں اپنا نائب مقرر کیا۔ حضرت علیؓ نے افسوس کے ساتھ عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جارہے ہیں! اور جہاد کی فضیلت سے مجھے محروم کررہے ہیں! اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑکر نہیں جارہا ہوں بلکہ اپنا نائب بناکر جارہا ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے تھے تو اپنے بھائی حضرت ہارون کو اپنا نائب بناگئے تھے، لہذا تم مدینہ میں رہو اور قوم کی نگہبانی کرو، مگر اس کے بعد معاً حضور کو ایک خیال آیا اس لئے فرمایا کہ الا انّہ لا نبی بعدی مگر ایک بات یاد رکھنا میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ ارشاد آپؐ نے اس لئے فرمایا کہ کہیں کسی کو غلط فہمی نہ ہوجائے کہ جیسے ہارون علیہ السلام نبی تھے، حضرت علیؓ بھی نبی ہیں۔

یہ چار حدیثیں ہیں۔ ان کو خوب ذہن نشین کرلو بہت ضروری ہیں۔ قرآن کی آیت اور احادیث شریفہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قصرِ نبوت کی تکمیل کردی گئی ہے آپؐ کے بعد کسی نبی کی اب گنجائش نہیں ہے۔ کسی طرح کا اب کوئی نبی نہیں آئے گا یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ آپؐ کے بعد کسی بھی قسم کا کوئی نیا

تیسری حدیث شفاعتِ کبریٰ والی طویل حدیث میں ہے کہ جب تمام لوگ میدانِ محشر میں پریشان ہوں گے اور انبیاء سے شفاعت کی درخواست کریں گے تو سب معذرت کردیں گے، آخر میں تمام اولین و آخرین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بیک زبان عرض کریں گے کہ یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ وَغَفَرَ اللّٰہُ لَکَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ اِشْفَعْ لَنَا اِلٰی رَبِّکَ۔[1] (اے محمدؐ! آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں آپؐ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے لئے سفارش کیجئے)

چوتھی حدیث ایک حدیث شریف اور ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا کہ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی، اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (متفق علیہ) یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر تشریف لے گئے تھے تو حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰؑ کی نیابت کی تھی، اسی طرح جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ

---

[1] مسلم شریف، کتاب الایمان، باب الشفاعۃ (ج ۱ ص ۶۹ مصری)

نبی نہیں آسکتا خواہ وہ غیر تشریعی ہو، ظلی ہو، یا بروزی ہو۔ ہاں البتہ جھوٹا نبی ہوسکتا ہے جیساکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیشین گوئی فرمائی ہے۔ میں نے تقریر کے شروع میں آیت کریمہ کے بعد جو حدیث شریف پڑھی تھی وہ ابوداؤد کی حدیث ہے۔ حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

سَیَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ، کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ، لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ[1]	آئندہ میری امت میں تیس ۳۰ جھوٹے نبی پیدا ہوں گے جو سب نبوت کا دعوے کریں گے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

یہ حدیث ترمذی شریف میں بھی ہے اور حَسَنٌ صَحِیْحٌ یعنی اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے۔ اس لئے غلام احمد قادیانی خواہ کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔

مسیح موعودؑ اب مسئلہ رہ جاتا ہے مسیح موعود کا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا ــــــ وقت کافی گذر چکا ہے اس لئے

---

[1] ابوداؤد شریف کتاب الفتن، باب اول حدیث ۲۲۵۲ (مصری نسخہ) اس مضمون کی متعدد احادیث بخاری، مسلم میں بھی ہیں ۱۲

مختصراً عرض کروں گا ______ مسیح موعود کے بارے میں اسلامی عقیدہ کیا ہے ؟ آپ سبھی حضرات کو معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر ہوئے ہیں آپ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے اور آسمان پر زندہ ہیں اور آخر زمانہ میں قیامت سے پہلے آپ کو زمین پر اُتارا جائیگا جب دجّال کا فتنہ برپا ہوگا۔ یہ ہے اسلامی عقیدہ اور قرآن و حدیث میں اس کی تفصیلات موجود ہیں اب قادیانی کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا تو انتقال ہو چکا ہے وہ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے، اُن کی زمین میں ہی کسی جگہ قبر ہے اور قرآن و حدیث میں قیامت کے قریب جس مسیح کی آمد کا ذکر ہے وہ ایک مستقل شخصیت ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں، پھر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہوں اور قرآن و حدیث میں مسیح موعود کی جو علامتیں بیان کی گئی ہیں اُسے اپنے اوپر منطبق کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں روایات میں آیا ہے کہ جب وہ قیامت کے قریب دُنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے جسم مبارک پر دو[1] چادریں ہوں گی۔

---

[1] علیہ ثوبان مُمَصَّرَان، وفی روایۃ : بَین مُمَصَّرَین ای : فیہما صُفرۃ خفیفۃ۔ (التصریح ص۹۵ و ص۱۴۰)

ایک تنگی کی جگہ پر، اور دوسری کرتے کی جگہ پر۔۔۔ اور دونوں چادریں ہلکی زرد رنگ کی ہوں گی۔ اس علامت کو قادیانی اپنے اوپر اس طرح منطبق کرتا ہے کہ میرے اندر دو بیماریاں ہیں ایک ہر وقت پیشاب کے قطروں کا آنا، یہ تو نیچے کی زرد چادر ہے، اور دوسری بیماری مراق یعنی مالیخولیا، مالیخولیا کیا ہے؟ پاگل پن کی ابتدائی حد، اس کے بعد انسان مکمل پاگل ہو جاتا ہے۔ تو یہ دماغی خرابی ہے۔ قادیانی کہتا ہے کہ یہ میری دوسری چادر ہے۔

——— یہ ایک نمونہ ہے قادیانی تاویلات کا۔ وہ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو جو علامتیں وارد ہوئی ہیں ان کو اپنے اوپر منطبق کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں التصریح بما تواتر فی نزول المسیح (تحقیق شیخ عبدالفتاح ابوغدہ) کے آخر میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ مفتی اعظم پاکستان کا مرتب کیا ہوا ایک جدول ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلسلہ میں روایات میں جو جو علامتیں وارد ہوئی ہیں سب یکجا کی گئی ہیں، نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ قادیانی ملعون میں یہ علامتیں کسی طرح بھی نہیں پائی جاتیں۔ طلبۂ عزیز کو اس جدول کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ کا مطلب:۔ مسیح موعود کے سلسلہ میں قرآن کریم

میں ایک آیت ہے، قادیانی اُسے طالب علموں کے سامنے پیش کر کے ان کو چکر میں ڈالتے ہیں۔ اس لئے اسے خوب غور سے سمجھ لینا چاہیئے میں اس کو سمجھا کر اپنی تقریر ختم کروں گا۔ وہ آیت کریمہ سورۃ آل عمران میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فِیْمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ اے عیسیٰ! بیشک میں تم کو پورا پورا وصول کرنے والا ہوں اور میں تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اور تم کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو منکر ہیں، اور جو لوگ تمہارا کہنا ماننے والے ہیں ان کو غالب رکھنے والا ہوں ان لوگوں پر جو کہ تمہارے منکر ہیں، قیامت کے دن تک، پھر میری طرف ہوگی تمہاری سب کی واپسی، سو میں تمہارے درمیان (عملی) فیصلہ کردوں گا ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے)

اس آیت کا پہلا جز ہے اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ اس کو پیش کر کے قادیانی لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دیدی ہے دیکھو قرآن کہتا ہے کہ

میں نے عیسیٰ بن مریم کو وفات دیدی ہے چونکہ طلباء کے ذہن میں توفّی اور متوفّی کا عرفی مفہوم ہوتا ہے اس لئے طلبہ چکر میں پڑجاتے ہیں لہذا اس آیت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے تاکہ کوئی دھوکہ نہ دے سکے۔

اس آیتِ کریمہ میں جو لفظ متوفی ہے اس کا مادّہ کیا ہے؟ اور اس کے معنیٰ کیا ہیں؟ ابن فارس لکھتے ہیں کہ: (وفی) الواو، والفاء، والحرف المعتل: کلمۃ تدل علی اکمال واتمام[1] یعنی وفی کے اصلی معنیٰ ہیں کسی چیز کو پورا اور کامل کرنا انھوں نے مثال دی ہے کہ اسی مادہ سے الوفاء ہے جس کے معنیٰ ہیں: اتمام العھد، واکمال الشرط، یعنی عہد پورا کرنا اور شرط کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا۔ اسی طرح اَوْفَیْتُکَ الشَّیْئَ اس وقت بولتے ہیں جب آپ کسی کا حق پورا پورا دیدیں اور تَوَفَّیْتُ الشَّیْئَ اور اِسْتَوْفَیْتُ الشَّیْئَ اس وقت بولتے ہیں جب آپ اپنا حق پورا پورا وصول کرلیں اور اسی مادّہ سے میت کے حق میں تَوَفَّاہُ اللّٰہُ بولتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اُس کو پورا پورا وصول کرلیا۔

اب آیئے قرآن کریم میں، قرآن پاک میں یہ مادّہ متعدد جگہ

---

[1] معجم مقاییس اللغۃ ص ۱۲۹ ج ۶۔

استعمال ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی[1] (اللہ تعالیٰ ہی وصول کرتے ہیں جانوں کو ان کی موت کے وقت، اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی، ان کے سونے کے وقت، پھر ان جانوں کو تو روک لیتے ہیں جن پر موت کا حکم فرما چکے ہیں، اور باقی جانوں کو ایک معین میعاد تک کیلئے رہا کر دیتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ جانوں کو پورا پورا وصول کر لیتے ہیں اور یہ پورا پورا وصول کر لینا دو وقت ہوتا ہے ایک تو اس وقت جب موت کا وقت آتا ہے اور دوسرا اس وقت جب انسان سوتا ہے پورا پورا نفس وصول کر لیا جاتا ہے پھر جس کی موت مقدر ہوتی ہے اس کی جان تو روک لی جاتی ہے اور دوسرے کی رہا کر دی جاتی ہے اور وہ خواب گراں سے بیدار ہو کر اٹھ بیٹھتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّھَارِ ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْہِ لِیُقْضٰی اَجَلٌ مُّسَمًّی[2] (اور وہ اللہ ایسے ہیں جو رات کے وقت تمہاری جانوں

---

[1] سورۃ الزمر آیت ۴۲، [2] سورۃ الانعام آیت ۶۰

کو پورا پورا وصول کر لیتے ہیں، اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اُسے جانتے ہیں، پھر تم کو جگا دیتے ہیں تاکہ معین میعاد پوری کر دی جائے) ان آیتوں میں توَفّی اپنے لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ میں بھی لغوی معنیٰ مراد ہیں یعنی اے عیسٰی! میں آپ کو پورا پورا وصول کرنے والا ہوں اور اس کی دو شکلیں ہیں۔ ایک یہ کہ جسم یہاں رہے اور رُوح کو لے لیا جائے، جیسے موت کے وقت میں اور نیند کی حالت میں۔ اس کے لئے بھی توَفّی استعمال ہوتا ہے دوسری شکل جو زیادہ اکمل ہے وہ یہ ہے کہ رُوح جسم کے ساتھ لے لی جائے اِنِّی مُتَوَفِّیْکَ میں یہی معنیٰ مراد ہیں یہاں توَفّی موت کے معنیٰ میں نہیں ہے اور اس کی دلیل اگلا جملہ ہے وَرَافِعُکَ اِلَیَّ یعنی میں تم کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں قرآن نے خود اس کی وضاحت کر دی ہے کہ یہاں توَفّی بمعنی موت نہیں ہے بلکہ پورا پورا لے لینے کا مطلب ہے رُوح کو جسم کے ساتھ اٹھا لینا۔

دوسری دلیل اللہ پاک کا وہ ارشاد ہے جو سُورۃ النساء آیت ۱۵۷ و ۱۵۸ میں آیا ہے کہ: وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا، بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ اور یقینی بات یہ ہے کہ یہودیوں نے عیسٰی علیہ السّلام کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔

پس مُتَوَفِّيْكَ کے معنی موت دینے والا نہیں ہیں بلکہ پورا پورا وصول کرنے والا مراد ہے۔ یہ اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ کی ایک تفسیر ہے اور صحیح ترین تفسیر یہی ہے۔

دوسری تفسیر لیکن اگر کسی کو اصرار ہو کہ مُتَوَفِّی کے معنی موت دینے والے کے ہیں تو دوسری تفسیر حضرت ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اور اصل مضمون اس طرح ہے۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّیْ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُتَوَفِّيْكَ الخ یعنی اے عیسیٰ! اس وقت تو میں تمہیں زندہ آسمان پر اٹھا رہا ہوں لیکن بعد میں تمہیں بھی عام انسانوں کی طرح موت دوں گا۔ یہ جملہ اس لئے ارشاد فرمایا گیا تاکہ لوگوں کے لئے حضرت عیسیٰؑ کا آسمان پر زندہ اٹھایا جانا گمراہی کا سبب نہ بنے، کہیں لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام خدا تھے اسی لئے موت اُن پر طاری نہیں ہوئی۔ کیونکہ خدا کو موت نہیں آسکتی چنانچہ بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا گمراہی کا سبب بن گیا قرآن نے اس کی تردید کی اور فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ یعنی اگر حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں تو آدم علیہ السّلام بھی بغیر باپ کے پیدا

ہوئے ہیں، بلکہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے ہیں اور اس کے باوجود وہ خدا یا خدا کے بیٹے نہیں ہیں تو عیسیٰ علیہ السّلام کیونکر خدا کے بیٹے ہو گئے ؟! ــــــ اسی طرح زندہ اٹھا لئے جانے کی وجہ سے بھی گمراہی پھیل سکتی تھی، اس لئے ارشاد ہوا اِنِّیْ رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّیْکَ یعنی ابھی تو میں تم کو اٹھا رہا ہوں، لیکن بعد میں تمہیں بھی موت آئے گی، کب آئے گی؟ آخر زمانہ میں جب فتنۂ دجّال کو ختم کرنے کیلئے نازل ہوں گے اس کے بعد ایک مدت تک دنیا میں زندہ رہیں گے، پھر انھیں بھی موت آئے گی تو حقیقۃً مُتَوَفِّیْکَ مؤخر ہے اور رَافِعُکَ اِلَیَّ مقدم ہے اور ذکر میں مُتَوَفِّیْکَ مقدم ہے اور رَافِعُکَ اِلَیَّ مؤخر ہے۔ اور ایسا قرآن کریم میں ایک اور جگہ بھی ہے کہ واقعۃً جو مؤخر ہے اُسے ذکر میں مقدم کر دیا گیا ہے اور حقیقت میں جو مقدم ہے اُسے ذکر میں مؤخر کر دیا گیا ہے یہ میراث کی آیتیں ہیں جن میں وصیت کو مقدم بیان کیا گیا ہے اور دَین کو مؤخر ذکر کیا گیا ہے حالانکہ دَین مقدم ہے وصیت سے[1] بہرحال اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ سے قادیانی استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو وفات دیدی ہے۔ ان کی بات لغو ہے اور خود

---

[1] دیکھئے سورۃ النساء دوسرا رکوع۔

قرآن کے خلاف ہے۔ اللہ پاک کا پاک ارشاد ہے وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَہُمْ [1] (حالانکہ یہود نے نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا اور نہ اُن کو سُولی پر چڑھایا بلکہ اُن کو اشتباہ ہو گیا) پس معلوم ہوا کہ قیامت کے قریب جو مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے وہ وہی ہوں گے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہو چکے ہیں اور جو انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم ہیں لہذا مسیح کوئی نئی شخصیت نہیں ہیں جب یہ بات صاف ہو گئی تو قادیانی کا بنا بنایا محل ڈھیر ہو گیا۔

ایک شبہ کا جواب یہاں قادیانی ایک عجیب بات کہتے ہیں کہ چلو مان لو کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور قرب قیامت میں دُنیا میں تشریف لائیں گے، مگر یہ تو بتاؤ کہ جب وہ آئیں گے تو اپنی نبوت پر برقرار رہیں گے یا ان کی نبوت ختم ہو جائے گی؟ اگر یہ کہو کہ وہ اپنی نبوت پر برقرار رہیں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کہاں رہے؟ آپ کا دین قیامت تک کیلئے کہاں رہا؟ اور اگر یہ کہو کہ حضرت عیسیٰ کی نبوت منسوخ ہو جائے گی اور وہ امتی ہو کر نزول فرمائیں گے تو سوال یہ ہے کہ انھوں نے آسمان پر کیا گناہ کیا جو اُن کی نبوت سلب کر لی گئی؟

---

[1] سورۃ النساء آیت ۱۵۷۔

جواب تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام باوصف نبوت تشریف لائیں گے نبوت اُن سے سلب نہیں کی جائے گی ——— اب رہا یہ سوال کہ پھر حضورؐ خاتم النبیین کہاں رہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے، اپنی شریعت پر عمل نہیں کریں گے اور یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ سابقہ انبیاء کرام میں سے کوئی بھی نبی آئیں تو وہ اپنی نبوت پر عمل پیرا نہ ہوں گے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر عمل کریں گے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ یعنی اگر آج موسیٰ علیہ السّلام بھی زندہ ہوتے تو ان کے لئے بھی میری پیروی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو وہ بھی حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے کیونکہ اگرچہ آپؑ باوصف نبوت نزول فرمائیں گے مگر چونکہ دَور خاتم النبیین کا چل رہا ہے اس لئے وہ آپؐ ہی کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہندوستان کا وزیر اعظم پاکستان جاتا ہے تو پاکستان کے قیام کے دَوران بھی وہ ہندوستان کا

وزیراعظم رہتا ہے مگر قیام پاکستان کے دوران وہ قوانین پاک ہی پابندی کرتا ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جب تشریف لائیں گے تو باوصفِ نبوت تشریف لائیں گے۔ مگر جب دَور، خاتم النبیین کا دَور ہے تو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہوں گے۔ جیسے ایک صوبہ کا گورنر جب دوسرے صوبہ میں جاتا ہے تو وہ وصف گورنری کے ساتھ متصف رہتا ہے، مگر اس دوسرے صوبہ کے گورنر کے ماتحت ہوتا ہے وہاں اس کی حکومت نہیں چلتی، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی تو ہوں گے لیکن حضورؐ کی شریعت کے تابع ہوں گے۔

ایک اور سوال:۔ یہاں ایک اور طالب علمانہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ تشریف لائیں گے تو حنفی ہوں گے، یا شافعی یا مالکی، یا حنبلی؟

جواب:۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مجتہدِ مطلق ہوں گے جس طرح امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ وغیرہما مجتہد مطلق ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس امت کے مجتہد مطلق ہوں گے کتابوں میں اس کی صراحت ہے۔ [1]

---

[1] شرح عقائد کی شرح النبراس میں ہے کہ سُئِلَ شیخ الاسلام (بقیہ ص۶۲ پر)

لَانَبِیَّ بَعْدِیْ نہ کہو یہاں ایک اور طالب علمانہ سوال پیدا ہوتا ہے اس کا جواب بھی سن لو اس کے بعد بات ختم کرتا ہوں۔ ایک روایت ہے الدر المنثور میں جو ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہے علامہ سیوطیؒ نے آیت خاتم النبیین کے ذیل میں ذکر کی ہے امام سیوطیؒ نے اس کی سند ذکر نہیں کی ہے میرے پاس مصنف ابن ابی شیبہ ہے میں نے اس میں روایت تلاش کی تاکہ اس کی سند دیکھوں کہ راوی کس درجہ کے ہیں مگر وہ روایت مجھے مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں ملی ابن ابی شیبہ کی ایک تفسیر بھی ہے ممکن ہے اس میں یہ روایت ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورؐ کو خاتم النبیین تو کہو، مگر لا نبی بعدی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ عن عیسیٰ علیہ السلام مجتهد او مقلد؟ قال: یاخذ الاحکام عن نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطة (انتھی) ثم ذکر (صاحب النبراس) قصة تشبه بقصة خرافة، فقال: وھذا بھتان عظیم ولا یشك عاقل فی ان روح اللہ تعالیٰ وکلمته لا ینحط عن درجة المجتهدین (مسک مبحث اثبات نبوة محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وما یقال: انه یحکم بمذھب من المذاھب الاربعة باطل، لا اصل له، وکیف یظن بنبی انه یقلد مجتهداً مع ان المجتهد من آحاد ھذہ الامة (کذا فی الاصل لعل الصحیح الامة) لا یجوز له التقلید، وانما یحکم بالاجتهاد الخ (شامی ص ۳۲ ج ۱)

نہ کہو! قادیانی کہتے ہیں کہ دیکھو! حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ خاتم النبیین تو کہو، مگر لا نبی بعدی نہ کہو، معلوم ہوا کہ حضورؐ کے بعد بھی نبی آسکتا ہے۔ قادیانی اس روایت کو خوب اچھالتے ہیں۔

جواب:۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جہاں دُرِّ منثور میں یہ روایت ہے وہیں متصلاً ایک دوسری روایت بھی ہے جو اس کا جواب ہے وہ روایت یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی مجلس میں ایک شخص نے کہا کہ: صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اس پر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے فرمایا کہ جب تم نے خاتم النبیینؐ کہدیا تو اس کے بعد لَا نبی بعدہٗ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی، کیونکہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ اخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا۔ پس جب عیسیٰ علیہ السّلام کا نزول ہوگا تو وہ حضورؐ سے پہلے بھی ہوں گے اور بعد میں بھی ہوں گے [۱] یعنی حضرت مغیرہؓ نے حضرت عیسیٰؑ کے نزول کی حفاظت کے لئے لا نبی بعدہٗ کہنے سے منع فرمایا ہے، یہی حضرت عائشہؓ والی روایت کا بھی مطلب ہے۔

---

[۱] الدُّرُّ المنثور صـ۲۰۴ ج ۵

ان مختصر گذارشات پر میں اپنی بات ختم کرتا ہوں، میں نے آپ حضرات کا کافی وقت لے لیا، جس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥

تمت بالخیر